

مالم جبہ

ماجد فرید سائی



چوہے ایک بار پھر جلنے لگے۔ اسلام آباد، لاہور اور کراچی سے ہزار ہا خاندانوں نے ایک بار پھر سوات کا رخ کر لیا۔ سیاحوں کے تحفظ کی خاطر مردان کا لام تک جگہ چمک پوسٹ قائم ہیں۔ یہاں شناختی کارڈ اور دیگر دستاویزات چیک کی جاتی ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ اپنے تمام کاغذات سفر کے دوران ساتھ لے لیے جائیں۔ مالم جبہ دراصل دو الگ الگ جگہیں تھیں مگر ایک پہاڑی کے ذریعے یہ ایک دوسرے سے مل گئیں۔ ان کی چوٹیاں مری سے مشابہت رکھتی ہیں مگر بلندی ان سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ ساڑھے نو ہزار فٹ بلند اور ڈھائی سو ایکڑ پر مشتمل علاقہ ہے۔ ہمارے ہم سفروں میں اسکینگ کے شوقین نوجوان بھی تھے جو اپنے جدید ساز و سامان کے ساتھ ان بلند یوں کو ناپنے آئے تھے۔ یہ سب کے سب لاہور کے ٹورسٹ گروپ کے لڑکے تھے جو سیاحت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتے تھے۔ مالم جبہ کا راستہ نوادروں کے لیے دشوار گزار ہے، ایک کے بعد ایک پہاڑ اور گھاٹیاں نمودار ہوتی ہیں، گہری کھائیوں کے کنارے پھسلنے نازگاری میں بیٹھے لوگوں کی روح فنا کر دیتے ہیں، کہیں زیادہ برف ہو تو سیاح نیچے آ کر کبیدل چلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ہماری ویگن میں بھی زیورات سے لدی پھندی کراچی کی دو خواتین راستہ دیکھ کر رونے لگیں، ان کے شہر بے دلی سے انہیں دلاسا دیتے، مگر محسوس ہوتا تھا کہ



وہ اندر سے نہایت خوش ہیں۔

مالم جبہ میں کئی سکروں پر مشتمل ایک ہوٹل بھی تھا جو جنگ کے دوران تباہ ہو گیا، زیادہ تر لوگ ایک دن کی پکنک کر کے واپس چلے جاتے ہیں، ان کے کمرے بیگورہ میں بک ہوتے ہیں۔ جب ہم مالم جبہ کی زمین پر قدم رکھتے ہیں تو وہ برف میں ڈھنس جاتے ہیں، یہاں ڈسمبر تا مارچ بلکہ کبھی اپریل تک برف باری کا سلسلہ جاری رہتا ہے، آس پاس نگاہ دوڑائیں تو یہ دل کش مناظر سے بھرپور تفریح گاہ ہے، اسکینگ کرتے لوگ، خوب صورت رنگوں والے کپڑے پہنے ہوئے، خواتین اور حدنگہ تک پھیلی سفید برف دیکھ کر لگتا ہے واقعی سوئٹزر لینڈ ہو۔ مالم جبہ کے مرکزی مقام سے نگاہ اٹھا کر دیکھیں تو مختلف راستے چڑھائی کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں چیئر لفٹ کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے۔ اسکینگ کے دلدادہ بعض اوقات دس ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ کر پھسلنے چلے جاتے ہیں۔ اسلام آباد میں مقیم غیر ملکی افراد جو مختلف سفارت خانوں میں کام کرنے والے بھی یہاں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بڑی تعداد میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مہمان نے کہا۔ ”میں یہاں بہت خوش ہوں، پاکستان ایک عظیم ملک ہے، اس کے پہاڑ تو اس سے بھی عظیم ہیں، واقعی یہ دنیا کی چھت ہے۔“

مالم جبہ کو شہرت دلانے میں آسٹریا کی حکومت کا بے حد تعاون ہے جس نے ہوٹل اور چیئر لفٹ کے لیے منصوبہ بندی کی۔ اس کے علاوہ اسکینگ کے لیے خصوصی طور پر قدرتی ڈھلوانوں کو از سر نو بنایا گیا، اس کے آس پاس جنگلات کی دیکھ بھال کی گئی مگر حالات کی خرابی نے اسے گم نامی اور ویرانی دے دی۔ اب ایک بار پھر یہاں زندگی مسکرائے لگی ہے۔ کچھل شو، جیلا ریڈنگ اور مقامی فن کاروں کے سر سے ساری واڈی گونجتی رہتی ہے۔ اسکینگ ایسوسی ایشن اور پاک فوج کے اشتراک سے یہاں منیچمن شپ بھی جاری رہتی ہے جس میں مختلف کھلاڑی انتہائی شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ یہاں ریزارٹ کے قریب ہی ڈوٹریکس ہیں جہاں مقابلے منعقد کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ پاکستان میں نظروں کی گھٹک اور تنہائی میں بھی ٹریکس بنے ہوئے ہیں مگر مالم جبہ کی شہرت سیاحوں تک بھی پھیلی ہوئی ہے۔

مالم جبہ میں مطیع اللہ نامی ایک صاحب اسکینگ اسکول بھی چلا رہے ہیں، ابتدا میں انہیں کافی مشکلات پیش آئیں، وہ لڑکوں کو پرانے تختے کیلوں سے جوڑ کر دیتے تھے جن پر پھسلنے رہنا ایک خطرناک عمل تھا، یہ باتوں میں اسٹک تھانے کے لیے درختوں کی مضبوط شاخوں کا انتخاب کرتے تھے۔ مطیع اللہ نے مزید بتایا کہ جنگ کے دوران سب کچھ تباہ ہو گیا تھا، ہم سب بہت متاثر ہوئے تھے اور پھر نقل مکانی ہونے لگی جس سے نہ صرف مالم جبہ بلکہ آس پاس کے دیگر گاؤں بھی ویران ہونے لگے۔

مالم جبہ کے آس پاس تلے گرام اور جہاں آباد جیسے تاریخی اور آثار قدیمہ سے بچے سجائے مقامات سیاحوں کو زکے پر مجبور کرتے ہیں۔ گمریال کے اونچے پہاڑ پر بھی بدھ مت عہد کی واضح نشانیاں ہیں۔ سوات میں بدھ مت عروج پر رہا جب یہ سلطنت گندھارا کا ایک حصہ تھی اور اس پر راجہ کنشک کی حکومت تھی۔ اس علاقے میں قاپیان، سنگ بون اور ہیونگ ساگ جیسے سیاحوں نے دورے کیے اور اس وقت کے مطابق سماجی، سیاسی اور معاشرتی حالات قلم بند کیے۔ یہ جگہ اس وقت خوش حال تھی، زمانے گزر گئے مگر ان خوب صورت پہاڑوں کی بناوٹ اس کے جھاگ اڑاتی آبشار اور پھلوں سے لدے جنگلات اسی طرح قائم رہے۔ یہاں مغل بادشاہ بھی آئے اور قبائلی جنگ جو بھی، انگریز بھی آئے اور وایان ریاست بھی، ہر ایک کی زبان پر یہی رہا کہ زمین پر اگر جنت ہے تو وہ سوات ہے۔

مالم جبہ کے قریبی گاؤں بھی مارچ کے آخر تک برف میں اٹے رہتے ہیں۔ یہاں زندگی منجمد ہے، برف کے بوجھ تلے دبے درختوں کی شاخیں کسی سے ہاتھ نہیں ملا پاتیں، بازار کی ایک آدھ دکان میں کہیں روشنی دکھائی دے تو سیاح اس کی طرف قدم بڑھا دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگوں کی پسندیدہ خوراک لوبیا ہے، جسے طرح طرح سے پکایا جاتا ہے۔ برف کی موٹی تہوں میں کہیں راستے بھی دکھائی دے جاتے ہیں جس پر بے خوف چرواہے اور ککڑ ہارے گزرتے چلے جاتے ہیں۔ برف زدہ علاقوں اور راستوں سے نیچے اترتے ہی جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ نیچے میدانی علاقوں میں بہار کی آمد ہے، پھولوں کے کھلنے کا موسم آچلا ہے، منج بستیہ ہوا میں نرم پڑنے لگی ہیں اور جینک کی جگہ پکا سوئٹر بھی کافی ہے۔ آخری موڑ پر ایک جنگل کے کنارے سیاحوں کے لیے میز کرسیاں سجادی گئی ہیں، مرغ پلاؤ کی بھاپ اور مہک آس پاس اڑنے لگتی ہے۔ یہ ایک خواب ناک ماحول ہے جیسے صدیوں پہلے کا وقت آ پہنچا ہو۔ دور لکڑی کے حسین معلق پل کے نیچے پکڑے اور چائے پیتا نوجوان آوازیں دینے لگتا ہے۔ ہم نے جمو نیڑا ہوٹل کے مالک مقبول سے پوچھا کہ اس جنگل میں کیسے گزارا کرتے ہو۔ اس نے کہا ”اللہ، رسول پر یقین ہے، گزارا ہو جاتا ہے، زمین پر ہم ان کو سلام کرتا ہے۔“ یہ کہہ کر اس نے سڑک کی طرف دیکھ کر سلیوٹ مارا جہاں فوجی ٹرک میں بیٹھے جوان سلام کرتے ہوئے بڑے زور سے ہاتھ دھکتے۔

کہتے ہیں مارچ کے مہینے میں سوات دنیا کا خوب صورت ترین خط بن جاتا ہے۔ یہاں موسم بہار اپنی پوری آب و تاب سے اُترتا ہے۔ خوش بوؤں کے جھونکے، بہتے جھرنے، پھولوں سے لدی ڈالیاں اور گرم نام راستوں کی جانب بڑھتے ہوئے چرواہے دھند میں غائب ہونے لگتے ہیں۔ لکڑی سے بنے قدیم گھروں میں چھوٹی چھوٹی بچیاں زرق برق لباس پہنے سیاحوں کو خشک میوے فروخت کرتی ہیں اور بیگورہ سے ایک، ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر مالم جبہ میں آنکھیں چندھیا دینے والی برفیلی پہاڑیوں سے پانی گھٹلے لگتا ہے۔

ہماری آج کی منزل مالم جبہ ہے جو رفتہ رفتہ دنیا میں ایک ایسے علاقے کی پہچان رکھتا جا رہا ہے جہاں اسکینگ (Skiing) کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔ مالم جبہ پہنچنے کے لیے پشاور یا راولپنڈی سے محض چند گھنٹے کا سفر ہے، مگر کراچی سے یہاں آنے والے لوگوں کو کم از کم دو ڈھائی دن لگتے ہیں جس میں ٹرین کا سفر بھی شامل ہے۔ بہت سے لوگ ہوائی جہاز کے ذریعے بھی براستہ اسلام آباد، بیگورہ پہنچ جاتے ہیں مگر ان کی تعداد کم ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس وقت کی کمی ہے جو درودن میں پورا سوات گھومنا چاہتے ہیں، ان کے لیے فوری واپسی ضروری ہے، مبادا کاروبار میں کچھ نقصان نہ ہو جائے۔

اس کے برعکس ٹرین میں سفر کرنے والوں کے لیے حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے، کے مصداق کراچی سے راولپنڈی کا راستہ تمام تر دل چسپیوں سے مرصع ہے مگر یہاں بھی الگ

الگ کلاس ہے۔ انٹر کنڈیشنڈ بویوں میں صاف ستھرے کپڑے پہنے مسافر ایک دوسرے کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ وہ سرگوشیوں میں بات کرتے ہیں، کھانے

پینے میں احتیاط برتتے ہیں۔ ڈاننگ کار یا دیگر بھی جھک کر کولڈ ڈرنک پیش کرتا ہے۔ یہ لوگ پاکستان کے حالات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ منج بستیہ دیوں کے شیشے بند رہتے ہیں اور باہر کہیں محراب پوری گلیوں میں کوئی بوڑھا ہانپتا ہوا سڑے ہوئے پھولوں کی ریڑھی لیے گزر جاتا ہے۔ کوٹ رادھا کشن کے پتے پلٹ فارم پر چھوٹے چھوٹے بچے موبائل چارج کرالو کی آوازیں لگاتے ہیں مگر ٹرین گزرتی چلی جاتی ہے۔ دوسری جانب اکاٹومی کلاس میں ایک مخصوص بوسی رہتی ہے۔ اگر کبھی خیبر میل یا پاکستان ایکسپریس کی اکاٹومی کلاس میں سفر کیا جائے تو خود اپنے حال پر رونا آجائے۔ دن بھر میں چند لمحوں کے لیے بھی سکون نہیں ملتا۔ مختلف اشیاء بیچنے والوں کی آوازیں اچانک ہڑبڑا دیتی ہیں۔ مٹے کئے صحیح سلامت چندہ مانگنے والے سے لے کر معذور فقیروں کا نہ رکنے والا سلسلہ ہے جو آپ کی سیٹوں تلے گزرتا جائے گا۔ ہمارے ساتھ سفر کرنے والی ایک بلڈ پریشر کی مریض تھکان سے چورتھی کہ ایک فقیر بچہ پانچویں بار آکر مختلف جانوروں کی آوازیں نکال نکال کر بھیک مانگنے لگے۔ مریضہ نے اسے قہر بھری نظروں سے دیکھا اور دس کا نوٹ دے کر اسے رخصت کیا..... مگر سفر ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔

راولپنڈی میں دن کے وقت تپش رہتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایک دن یہاں راجا بازار یا کمیٹی چوک کے سستے اور مناسب ہوٹلوں میں ٹھہر آجائے۔ یوں توفیق آباد میں بھی کافی ہوٹل ہیں مگر آج کل وہاں چوری، ڈکیتی عام ہے اور مختلف لڑکے روپ بدل کر لڑکیاں بن کر مسافروں کو ٹھونسنے اور بلیک میل کرتے پائے گئے ہیں۔

دن کا سنہری گولام نمودار ہوتے ہی پنڈی کے بازار آباد ہونے لگتے ہیں۔ راجا بازار کی باڑہ مارکیٹ میں لمبوسات، الیکٹرانک اشیاء اور غیر ملکی سامان بیچنے والے شور مچانے لگتے ہیں۔ یہاں سیاحوں کی بھرمار رہتی ہے جو کشمیر، گلگت اور سوات جانے کے لیے راجا بازار میں اترتے ہیں۔ کبھی اس کی یہ تصویر بھی تھی کہ کشمیر کے دور دراز علاقوں سے تاجر یہاں ڈرائی فروٹ، زعفران اور خوشبوئیں لے کر آتے تھے، ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ضروری تھا، اور آج کسی سے راستہ بھی پوچھیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔

راول پنڈی سے سوات کے صدر مقام بیگورہ کے لیے پیر ودھائی بس اڈے سے کئی گاڑیاں نکلتی ہیں۔ عام بسوں کا کرایہ انتہائی واجب ہے مگر مشہور کمپنیوں کی بلیں دوگنا کرایہ لیتی ہیں جس میں ایک وقت کے لیے ایک، چپس اور کولڈ ڈرنک کا ایک چھوٹا سا کپ تھما دیا جاتا ہے۔ راولپنڈی سے موٹروے کے ذریعے یہ ایک آسان سفر ہے مگر مردان آتے ہی سڑک کی حالت زار بدتر ہونے لگتی ہے۔ یہ سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے۔ درگئی، تخت بائی سے گزرتے ہی مالاکنڈ کے اونچے نیچے راستے دل میں خوشیاں بھرنے لگتے ہیں۔ ان راستوں میں ذاتی سواری ہو تو سفر کا مزہ بڑھ جاتا ہے، جگہ جگہ رک کروٹو گرائی کی جاسکتی ہے، تازہ پھل خریدے جاسکتے ہیں اور دست کاری کے حسین نمونے تخلیق کرتے ان لوگوں سے ملا جلا جاسکتا ہے جو سوات کی اصل پہچان ہیں۔ بیگورہ دیکھتے ہی آنکھیں بجھ سی جاتی ہیں، عمارتوں اور بازاروں کی کثرت نے اسے ایک عام شہر بنا دیا ہے مگر اسی جگہ سے وہ راستے نکلتے ہیں جو پاکستان کے ’سوئٹزر لینڈ‘ لے جاتے ہیں۔ بیگورہ میں رہائش کے لیے کئی ہوٹل ہیں جہاں ایک مناسب ہوٹل کا ڈبل بیڈ کمرہ سات آٹھ سو روپے میں مل جاتا ہے۔ رات کے وقت بھی بازار کی سیر کی جاسکتی ہے۔ یہاں قدیم قبوہ خانے اور چلی کباب کی دکانوں کے ساتھ ساتھ جدید طرز کے ریسٹورنس میں برگر، پیزا وغیرہ بھی مل جاتے ہیں۔

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہمارے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مالم جبہ جانے والی 42 کلومیٹر طویل ناگن شاہراہ ہے جس کے بل کھاتے موڑ بیگورہ سے مالم جبہ تک پکڑا دیتے ہیں۔ حسین و جمیل راستے دیکھ کر سیاح کی تھکن اترنے لگتی ہے، جیسے کوئی نیا جنم لیا ہو۔ ایک طرف سرسبز اور برف سے ڈھکی چٹانیں ہیں تو دوسری طرف گہری کھائی میں بہتی ندی کے مناظر ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ایک پل عبور کرتے ہی مدین کا راستہ کٹ جاتا ہے اور گاڑی مڑید اونچائی کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ ہمارے جیپ ڈرائیور نے سگریٹ سلگائی اور اس طرح بولنا شروع کیا جیسے اپنا فرض ادا کر رہا ہو۔ ”صاحب آپ ٹھیک وقت پر آئے ہو، اس موسم میں فوج کا لوگ یہاں میلہ لگاتا ہے، سارا پاکستان آتا ہے، ہمارا لوگ اور فوج کا جوان ان کو برف میں پھسل کے دکھاتا ہے، کبھی پہاڑوں کے اوپر سے ہوا میں اڑتا ہے، خوب موج میلہ اور مستی ہوتا ہے۔“

سوات میں جنگ کے دوران سیاحت کا کاروبار تباہ ہو چکا تھا، ہوٹل بند تھے اور لوگ گھر چھوڑ کر جا رہے تھے مگر فوج کے کنٹرول سنبھالنے کے بعد ایک خوش گوار تبدیلی آئی ہے۔ سیاحت کے فروغ کے لیے کالام اور مالم جبہ میں ہرسال فیسٹیول منعقد کیے جاتے ہیں جس سے ناصرف دیرپا سن تھکا ہوا ملک مقامی افراد بھی سکے کا پس منظر دیکھ سکتے ہیں۔